OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of
Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 110-129

# حب الوطنی کا تصور اور اس کی شرعی حیثیت: پیغامِ پاکستان کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ

# *The Concept of Patriotism and Its Shariah Status: A Research Review in the Context of Paigham-e-Pakistan*

**Dr. Abdul Rasheed**
*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahria University, Karachi Campus, Pakistan*
*Email: abdulrasheed.bukc@bahria.edu.pk*

**Ms. Shehla Noor**
*Khawja Fareed University of Engineering and Information Technology, RYK*
*Email: shehlanoor336@gmail.com*

**Dr. Rabia**
*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahria University, Karachi Campus, Pakistan*
*Email: rabia.bukc@bahria.edu.pk*

## Abstract

*This paper examines the concept of patriotism (ḥubb al-waṭan) and its Shariah status within the framework of Paigham-e-Pakistan. Drawing upon the Qur'an and Prophetic traditions, the study argues that love for one's homeland is a natural human sentiment and, when directed toward justice, peace, and communal welfare, remains consistent with Islamic principles. Although patriotism is not regarded as an independent religious obligation, it serves as a means of fulfilling broader objectives of Shariah, including the protection of life, religion, property, and honor. Within the context of Paigham-e-Pakistan, patriotism is presented as a moral, religious, and legal responsibility that rejects terrorism, sectarian violence, and rebellion against the state, while affirming loyalty to the constitution and lawful authority. The paper critically evaluates this position by highlighting its strengths in countering extremism and promoting national unity, while also addressing the challenges of balancing national loyalty with the transnational identity of the Muslim Ummah. It concludes that patriotism, when aligned with Shariah principles, is both permissible and commendable, serving as an important instrument for peace, stability, and the collective welfare of contemporary Muslim societies.*

***Keywords:*** *Patriotism, Religion, Justice, Terrorism and Society, Paigham e Pakistan.*

CC BY

### تمہید

وطن وہ سرزمین ہے جہاں انسان اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتا ہے یہ سرزمین پیدائشی طور پر وطن ہوسکتی ہے یا انسان کی خود پسند کردہ جگہ بھی اس کا وطن بن سکتی ہے کیونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ انسان اپنی پسندیدہ جگہ پر ہی بخوشی سکونت اختیار کرتا اور اپنی خواہشات تک رسائی کو ممکن بناسکتا ہے اور جب ذہن و دل اس کے منافی ہوں تو ممکن ہے کہ انسان خوش باش نہ رہ پائے۔ چنانچہ قلبی و ذہنی تسکین کا ایک ذریعہ حب الوطنی بھی ہے کیونکہ یہ وہ عنصر ہے جو آپ کے مزاج اور طبیعت میں خوش گواری کا باعث ہوتا ہے۔اور انسان جو اپنی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل میں لگا رہتا ہے ،ان چیزوں کا حصول بھی اسی وقت ممکن ہے جب حالات ، ماحول اور اوقات سازگار ہوں اور اس کے لیے بھی بنیادی چیز حب الوطنی ہے کیونکہ انسان کو جب کسی سرزمین سے محبت ہو تو وہ نہ صرف وہاں رہنا بخوشی قبول کرتا ہے بلکہ پھر وہیں زندگی بسر کرنے کے لوازمات کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔حب الوطنی ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کو اپنے وطن اور ہم وطنوں کے لیے مخلص بناتا ہے ، حب الوطنی کی نمایاں مثال آپ ﷺ کی مکہ شہر سے محبت وانسیت اور اسی طرح مدینۃ الرسول ﷺ سے قربت ہے۔

موضوع سے متعلق جن سوالات اور نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مقالے کی تکمیل کی گئی ہے اس میں کچھ بنیادی سوالات یہ ہیں کہ وطن سے محبت کے فطری عمل کو اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے اس حوالے سے تعلیمات اسلامیہ کیا ہیں؟ عصر حاضر میں دینی تعلیمات سے عدم آگہی، شعائر اسلام کا اپنے مقاصد کے لیے استعمال، مذہبی منافرت، مسلکی اختلافات اور جہاد کی غلط تشریح کے باعث ریاست میں کئی مسائل جنم لیتے ہیں اور ان مسائل کی وجہ سے یا آڑ میں عوام کے دلوں سے وطن کی محبت نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس حوالے سے اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟ نیز اسلام کی تعلیمات شدت پسندی، مذہبی و مسلکی منافرت، مسلح جدوجہد کو اختیار کرنے والے گروہوں کے لئے کیا ہیں؟ اسی طرح پاکستان میں مختلف اداروں، مساجد، مدارس، امام بارگاہوں اور دیگر ریاستی تنصیبات پر خودکش حملوں کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں ریاست، اس کے اداروں اور عوام کی حفاظت پر مامور افراد کے لیے اپنے فرائض کی ادائیگی کی نوعیت اور حیثیت کیا ہے؟ مزید یہ کہ ریاست پر عوام میں جذبہ حب الوطنی کے استحکام کے حوالے سے کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔اس سلسلے میں آپ ﷺ کے مکہ اور مدینہ کے سنہری دور، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ اور دیگر علماء و محققین کی آراء کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

### تحقیقی طریقہ کار

یہ مقالہ حب الوطنی اور پیغام پاکستان کے حوالے سے ایک معیاری تحقیق پر مبنی ہے جس میں حب الوطنی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن وسنت سے رجوع کرتے ہوئے مختلف ماہرین قرآن وحدیث کی آراء کو شامل مقالہ کیا گیا ہے۔ پیغام پاکستان کے بیانیہ کے الفاظ شامل کرتے ہوئے عوام اور ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد، دہشت گردی، خودکش حملوں کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ مؤقف بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ تمام افعال حب الوطنی کے خلاف ہیں اور عوام میں اس جذبہ کو کم یا ختم کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ زیر قلم مضمون کا اسلوبِ تحقیق بیانیہ، مدلل، سہل، اور واضح ہو گا نیز اس مقالے کی ترتیب و تشکیل میں قرآن وسنت، اور پیغام پاکستان کا مرکزی کردار رہا ہے۔

**سابقہ تحقیقات کا جائزہ**

وطن سے محبت جسے متبادل الفاظ کے طور پر حب الوطنی کا کہا جاتا ہے ایک لطیف جذبہ ہے جس کے حوالے سے باقاعدہ تعلیمات اسلامیہ موجود ہیں۔ اس موضوع کی مناسبت سے جب سابقہ کام کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو متعدد تحقیقات و دراسات سامنے آتے ہیں۔ جن میں حب الوطنی کو مختلف موضوعات کے تحت زیر قلم و ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ ذیل میں چند نمائندہ دراسات کو شامل کیا جاتا ہے۔

**حب الوطن فی السنة النبوية دراسة موضوعية، لقمان حكيم، 2021:** دراصل یہ محترم لقمان حکیم صاحب کا عربی مقالہ ہے جو انھوں نے التخصص فی الحدیث وعلومہ کے لیے پیش کیا ہے۔ موصوف نے وطن اور حب الوطن کے حوالے سے قرآن وسنت اور جیساکہ عنوان سے ظاہر ہے سیرت نبویہ پر تخصیصی کام کیا ہے۔ حب الوطنی کے تعارف و شرعی حیثیت پر تفصیل کے ساتھ اس میں کام کیا گیا ہے لیکن یہ تحقیق فقط حب الوطنی کے دائرے تک محدود ہے۔ زیر قلم مقالہ "حب الوطنی کا تصور اور اس کی شرعی حیثیت: پیغامِ پاکستان کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ" اس طور پر منفرد ہے کہ اس میں حب الوطنی کو قومی بیانیہ یعنی پیغامِ پاکستان کے تناظر میں بھی پیش کیا گیا ہے۔

**رسول اللہ ﷺ کی حب الوطنی:** یہ کتاب انٹرنیٹ پر موجود ہے لیکن اس کے مصنف اور سن اشاعت کی کوئی تفصیل دستیاب نہیں ہو سکی۔ حب الوطنی اور آپ ﷺ کے مکی اور مدنی دور کی بہت سی مثالوں اور واقعات کے ساتھ اس کتاب کو تحریر کیا گیا ہے۔ لیکن بیانیہ پیغام پاکستان کا نکتہ اس میں شامل نہیں ہے۔ کتاب یہاں دستیاب ہے (https://archive.org/details/a_721)

**پیغام پاکستان کا قومی بیانیہ اور اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کی شرعی حیثیت ایک تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر عبد الرشید، 2024، شعبہ علوم اسلامیہ، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی:** یہ ڈاکٹریٹ ڈگری کے لیے پیش کیا جانے والا تھیسز ہے۔ اس مقالے میں پیغام پاکستان پر تفصیل سے بات کی گئی ہے اور ساتھ ہی اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کی شرعی حیثیت پر مختلف زاویوں سے گفتگو کی گئی ہے۔ اجمالی طور پر یہ اپنے موضوع پر ایک اچھی کوشش ہے کیونکہ پیغام پاکستان کے بیانیے پر سب سے تحقیقی کام یہی ہے۔ لیکن پیش نظر مقالہ "حب الوطنی کا تصور اور اس کی شرعی حیثیت: پیغامِ پاکستان کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ" میں خاص حب الوطنی کو موضوع بحث بنایا گیا ہے پیغام پاکستان میں سے، جبکہ عبدالرشید صاحب کا مقالہ حب الوطنی کی شرعی حیثیت پر کلام نہیں کرتا۔

حب الوطن عند غازی القصیبی وامجد إسلام إمجد، ڈاکٹر غلام محمد (اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف عربی لینگویج اینڈ لٹریچر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، حافظ محمد شفیق (پی ایچ ڈی ریسرچر، ڈیپارٹمنٹ آف عربی لینگویج اینڈ لٹریچر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، اللوح، شمارہ 3، جلد 1، جنوری تا جون 2024: یہ تحقیقی مقالہ حب وطن کو دو معروف شاعر غازی قصیبی اور امجد اسلام امجد کی شاعری سے بیان کیا گیا ہے۔ غازی قصیبی کا تعلق سعودیہ عرب سے ہے محترم 2010ء میں وفات پاچکے ہیں۔ جبکہ امجد اسلام امجد کا تعلق پاکستان سے ہے اور وہ بقید حیات ہیں۔ چنانچہ یہ مقالہ حب الوطنی اور ان دو شعراء کے تعارف اور شاعری پر تحریر شدہ ہے۔ لہٰذا اس میں حب الوطنی کی شرعی حیثیت یا پیغام پاکستان کے حوالے سے کوئی معلومات درج نہیں ہے جیساکہ واضح ہے کہ محققین کا موضوع الگ تھا۔

**اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کا سدباب "پیغام پاکستان" کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ، ڈاکٹر عبد الرشید (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ بحریہ، کراچی کیمپس)، محمد اقبال (ریسرچ اسکالر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، بحریہ یونیورسٹی) المرجان، ج: 3، ش: 2، اپریل-جون 2025** : ذکر کردہ مقالہ پیغام پاکستان میں اٹھائے گئے ایک اہم نکتے " ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد" پر تحقیقی کام ہے۔ جس میں اس مسئلے کو خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آیا ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس مقالے میں پاکستان کے اسلامی ریاست ہونے کے حوالے سے بھی گفتگو شامل ہے۔اور یہ تمام تحقیق "پیغام پاکستان" کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد ،حب الوطنی کے صریح خلاف ہے ۔ جبکہ اس مقالہ میں اس حوالے سے کوئی بحث نہیں کی گئی۔ پیش کردہ مقالہ " "حب الوطنی کا تصور اور اس کی شرعی حیثیت: پیغام پاکستان کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ" جذبہ حب الوطنی اور پیغام پاکستان میں ربط دیتا ہے کہ دراصل پیغام پاکستان حب الوطنی کو اجاگر کرنے کی ایک بہترین کوشش ہے۔

مندرجہ بالا تحقیقات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے زیر قلم مقالہ اپنی نوعیت اور عنوان میں انفرادی حیثیت و اہمیت کا حامل ہے۔اور عصر حاضر میں پاکستان میں خاص طور پر نوجوانوں کو وطن سے متنفر کرنے کے لیے مختلف حیلے اختیار کیے جا رہے ہیں ضروری ہے کہ حب الوطنی کی اہمیت کو قرآن وسنت سے واضح کیا جائے اور مثالیں پیش کی جائیں، ساتھ ہی اس چیز سے بھی آگاہی دی جائے جن مسائل کو لے کر ان کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے ہیں ان سے ریاست اور ریاست میں موجود تمام مسالک و مکاتب فکر کے علماء بری ہیں اور اس بیانیے میں ان کا واضح مؤقف موجود ہے۔ چنانچہ نوجوانان وطن کو ان دونوں چیزوں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنا اور وطن کا دفاع کر سکیں۔

**حب الوطنی سے کیا مراد ہے؟**

وطن سے محبت انسان کا ایک طبعی خاصہ ہے، عام طور پر انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، جہاں پلتا بڑھتا ہے جس دھرتی سے رزق حاصل کرتا ہے تو وہ جگہ اس کے لیے "ماں" کی مانند ہو جاتی ہے۔اور اس کی محبت انسان کے دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہے۔وطن کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی جاسکتی ہے کہ :

> "الوطن هو الأرض التي ينشأ عليها الإنسان ويتوارثها، وهو المصدر الذي يؤمن له مستلزمات الحياة من طعام وشراب ولباس ومأوى، كما يؤثر في تكوين شخصيات مواطنيه بما يُرسّخ فيهم من عادات وتقاليد وأعراف ومعتقدات۔"[1]

" وطن وہ سرزمین ہے جہاں انسان پرورش پاتا ہے اور جسے نسل در نسل وراثت میں حاصل کیا جاتا ہے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جو انسان کو زندگی کی بنیادی ضروریات، جیسے کھانا، پینا، لباس اور رہائش فراہم کرتا ہے۔ نیز وطن اپنے باشندوں کی شخصیت کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ وہ ان میں ایسی عادات، روایات، رسم و رواج اور عقائد راسخ کرتا ہے۔"

ایک مسلمان کے لیے وطن کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیوں وہ اپنے خالق کی طرف سے اوامر و نواہی کا پابند بھی ہے اور اسے اطاعت بھی بجا لانی ہے اس لیے اگر وہ ایسی جگہ موجود ہیں جہاں وہ احکامات بجا نہیں لا سکتا تو اسے پھر ایسے مقام پر سکونت اختیار کرنی چاہیے جہاں وہ آزادی سے عبادت واحکامات پر عمل پیرا ہو۔ اس عمل کو ہجرت کہتے ہیں۔ اس حوالے سے

مفتی، منیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

"قرآنِ کریم نے صرف اس صورت میں ترکِ وطن کی اجازت دی ہے، جب اپنے وطن میں دین وایمان، عزت وآبرو اور جان ومال محفوظ نہ ہو۔۔۔۔۔ چونکہ مکۂ مکرمہ میں مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو اور دین وایمان محفوظ نہ تھے، اس لیے ہجرت کا حکم ہوا۔ یہاں وہ ہجرت مراد نہیں ہے جو بہتر روزگار، اعلیٰ تعلیم، زندگی کے عیش وعشرت، راحتوں کے حصول اور بہتر مستقبل کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وطن کی محبت اگرچہ غالب رہتی ہے، لیکن اگر وطن میں جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہ ہو تو دین وایمان اور جان کی حفاظت کے لیے بادلِ نخواستہ ترکِ وطن کرنا پڑتا ہے۔"[2]

اس بات کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا وطن صرف وہی نہیں ہوتا جہاں وہ پیدا ہوتا ہے بلکہ وہ کسی اور جگہ کو بھی اپنا وطن بنا سکتا ہے جہاں وہ پر سکون انداز میں زندگی بسر کر سکے۔ بہر حال ہر دو صورت میں چاہے وہ پیدائشی وطن میں ہی مقیم ہو اور آزادی وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہو یا کسی اور دھرتی کو وطن بنالیا ہو، اس وطن سے محبت اس کے دل اندر موجود ہوتی ہے اور یہی حب الوطنی ہے۔ اور یہ اس قدر ضروری ہے کہ اس کے بغیر کسی جگہ پر رہنا بہت مشکل ہے۔ انسان چند دن کسی ایسی جگہ پر رہنا پسند نہیں کرتا جس جگہ سے اسے انسیت نہ ہو پائے تو پوری زندگی گزارنا مشکل امر ہے۔ اسی لیے انسان کی طبیعت میں یہ خاصہ ہے کہ جس جگہ کو وہ وطن کے طور پر قبول کرلیتا ہے تو وہاں پر سکون طور پر زندگی گزارتا ہے، روزی حاصل کرتا ہے اور اس جگہ سے محبت کرتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگوں میں جذبہ حب الوطنی ایک ہی درجے کا نہیں ہوتا بلکہ معاشرے میں بعض ایسے افراد بھی نظر آتے ہیں جو جس ملک میں مقیم ہوتے ہیں وہ اسے وطن کے طور پر قبول نہیں کرتے اور ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ وہ کہیں اور اپنی من پسند جگہ چلے جائیں۔ تو ایسے افراد کی حالیہ وطن سے محبت بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ لیکن ایسے افراد کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی۔ اور اس جذبہ محبت کی کمی کا باعث دشمن اور انتشار پسند عناصر بھی ہوتے ہیں یا حکومت کا عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی میں کوتاہی سبب بنتی ہے۔ بہر حال یہ خطہ زمین جسے وطن کہتے ہیں انسان کی تمام جسمانی، فکری اور روحانی ضروریات کو پورا کرتا ہے، جن میں خوراک، پوشاک، رہائش، صحت، تعلیم، روزگار اور سب سے بڑھ کر دنیا میں ایک پہچان اور شہری حقوق شامل ہیں۔ انسان کے قریبی رشتہ دار، جن کے ساتھ اس کی خوشیاں اور دکھ وابستہ ہوتے ہیں، بھی اسی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے باوجود اگر انسان کے دل میں اپنے وطن کی محبت پیدا نہ ہو تو یہ واقعی حیرت کی بات ہے۔ قرآن حکیم کی سب سے معروف اور مستند لغت یعنی المفرادت کے مصنف امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب 'محاضرات الأدباء (2:652)' میں وطن کی محبت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال النبيّ صلى الله عليه وسلم: لولا حبّ الوطن لخربت بلاد السوء. وقيل: بحب الأوطان عمارة البلدان[3]

نبی ﷺ نے فرمایا: اگر وطن کی محبت نہ ہوتی تو پسماندہ ممالک تباہ وبرباد ہو جاتے اسی لیے کہا گیا ہے کہ اپنے وطنوں کی محبت سے ہی ملک وقوم کی تعمیر وترقی ہوتی ہے۔

یعنی اگر سارے مقامی باشندے اپنے آبائی علاقوں کی پسماندگی وجہالت اور غربت و محرومیوں کے باعث ترقی یافتہ علاقوں کی طرف ہجرت کرتے رہیں تو ایک وقت آئے گا کہ ترقی یافتہ علاقے بھی گوناگوں مسائل کا شکار ہو جائیں گے اور اپنے رہائشیوں کے لیے تنگ پڑ جائیں گے۔ امام راغب اصفہانی نے فَضْلُ مَحَبَّةِ الوَطَنِ (وطن سے محبت کی فضیلت) کے عنوان سے ایک

الگ فصل قائم کرتے ہوئے لکھا ہے:

حُبُّ الْوَطَنِ مِنْ طِيْبِ الْمَوْلِدِ[4]

"وطن کی محبت اچھی فطرت وجبلت کی نشانی ہے۔"

مراد یہ ہے کہ عمدہ فطرت والے لوگ ہی اپنے وطن سے محبت کرتے اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے وطن کی نیک نامی اور اَقوامِ عالم میں عروج وترقی کا باعث بنتے ہیں نہ کہ ملک کے لیے بدنامی خرید کر اس پر دھبہ لگاتے ہیں۔ ابو عمرو بن العلاء نے کہا ہے:

مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى كَرَمِ الرَّجُلِ وَطِيْبِ غَرِيْزَتِهِ حَنِيْنُهُ إِلٰى أَوْطَانِهِ وَحُبُّهُ مُتَقَدِّمِي إِخْوَانِهِ وَبُكَاؤُهُ عَلٰى مَا مَضٰى مِنْ زَمَانِهِ[5]

"آدمی کے معزز ہونے اور اس کی جبلت کے پاکیزہ ہونے پر جو شے دلالت کرتی ہے وہ اس کا اپنے وطن کے لیے مشتاق ہونا اور اپنے دیرینہ تعلق داروں (یعنی اعزاء واقربا، رفقاء و دوست احباب اور پڑوسی وغیرہ) سے محبت کرنا اور اپنے سابقہ زمانے (کے گناہوں اور معصیات) پر آہ زاری کرنا (اور ان کی مغفرت طلب کرنا) ہے۔"

اِسی لیے بعض فلاسفہ کا کہنا ہے:

فِطْرَةُ الرَّجُلِ مَعْجُوْنَةٌ بِحُبِّ الْوَطَنِ.[6]

فطرت انسان کو وطن کی محبت سے گوندھا گیا ہے (یعنی وطن کی محبت انسانی خمیر میں رکھ دی گئی ہے)۔

امام ابو حامد الغزالی نے فرمایا:

والبشر يألفون أرضهم على ما بها، ولو كانت قفرًا مستوحشا، وحب الوطن غريزة متأصلة في النفوس، تجعل الإنسان يستريح إلى البقاء فيه، ويحن إليه إذا غاب عنه، ويدافع عنه إذا هوجم، ويغضب له اذا انتقص[7]

"انسان اپنی سرزمین سے اُلفت رکھتا ہے خواہ وہ بنجر اور ویران ہی کیوں نہ ہو۔ وطن کی محبت انسان کی فطرت میں رچی بسی ایک ایسی جبلّت ہے جو اسے اپنے وطن میں سکون محسوس کرنے پر آمادہ کرتی ہے، اور جب وہ اس سے دور ہو جائے تو اس کی یاد میں بے قرار رہتا ہے۔ اگر وطن پر حملہ ہو تو اس کے دفاع کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، اور جب اس کی توہین یا تحقیر کی جائے تو غصہ محسوس کرتا ہے۔"

دین اسلام کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوبی وخصوصیت ہو سکتی ہے کہ اس نے انسان کے اس فطری جذبے کو احترام کی نظر سے دیکھا ہے، اس کے دبانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس کی حساسیت کو مدنظر رکھ کر فطری جذبات کو جائز طریقہ سے پورا کرنے کی اجازت دی ہے۔

**حب الوطنی اور وطن پرستی**

اگر حب الوطنی کے نام پر رنگ و نسل، اور قوم وملت کی عصبیت و حمیت کو ہوا دی جائے، اور اس کی خاطر ہر جائز و ناجائز حربے کو اختیار کیا جائے، کمزوروں کے حقوق کی پامالی ہو نیز اپنے وطن سے محبت کی آڑ میں دیگر افراد کے اوطان کو برا بھلا

کہا جائے اور ان سے نفرت کی جائے تو یہ درست عمل نہیں اور یہی وطن پرستی ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ جب وطن کی محبت انتہاء پسندانہ سوچ تک پہنچ جائے تو وہ وطن پرستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ دراصل قومی انتہا پسندی ہے اس سے مراد اپنی قوم، قبیلہ اور حسب نسب کو دوسروں سے بلند سمجھنا، دوسرے انسانوں کو اپنی قوم یا قبیلہ سے کم تر تصور کرنا ہے اور تمام انسانوں کو یکساں تصور نہ کرنا ہے، اس کی واضح مثالیں ہندوستان میں ذات پات کا نظام اور ہٹلر و مسولینی کی ہیں جنہوں نے اپنے ہم وطنوں کو بلند و برتر ثابت کرنے کے لیے پوری دنیا سے جنگ کی جس کے نتیجے میں لاکھوں افراد لقمہ اجل بنے۔ قرآن مجید میں وطن پرستی کو اس آیت کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ االلهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ االلهُ بِاَمْرِهٖ وَاالله لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ[8]

"آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکمِ (عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔"

سورہ توبہ کی مندرجہ بالا آیت میں مساکن سے مراد مکانات بھی ہیں اور وطن بھی ہے اس آیت مبارکہ میں چھ طرح کی دنیاوی محبتوں کا بیان ہے: (1) اولاد کی والدین سے محبت (2) والدین کی اولاد سے محبت (3) بیوی کی محبت (4) رشتہ داروں کی محبت (5) نوکری، کاروبار اور تجارت کی محبت (6) گھروں اور وطن کی محبت۔ اگر یہ ساری محبتیں مل کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جہاد کی محبت سے بڑھ جائیں، اللہ کے دین کی محبت سے بڑھ جائیں تو پھر اپنے انجام کا انتظار کرنا چاہیے۔ تو مساکن کی ایسی محبت دراصل وطن پرستی ہے۔

لیکن اگر یہ تمام دنیاوی محبتیں اپنی حد میں رہیں اور غالب محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہو تو یہ ساری محبتیں بھی اُسی لافانی محبت کے تابع ہو جاتی ہیں۔۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں محبتِ وطن کی نفی نہیں فرمائی صرف وطن کی محبت کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جہاد پر ترجیح دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس آیت سے وطن سے محبت کا شرعی جواز بھی ملتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لیے نبی اور رحمت بن کر آئے اور آپ ﷺ کے لیے تمام زمین کو پاک اور مسجد قرار دیا گیا۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ روئے زمین کے ہر خطے اور اس میں بسنے والے انسانوں سے بلا تفریق رنگ و نسل محبت فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے ہی یہ پیغام دیا کہ سب انسان برابر ہیں اور رنگ و نسل یا عصبیت کی بناء پر کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ آپ ﷺ نے عصبیت کو ناپسند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ أَوْ يَدْعُو

لِعَصَبِيَّةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي بِسَيْفِهِ يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ[9]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص (امامِ وقت کی اطاعت سے نکل گیا اور جماعت چھوڑ دی اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جو شخص اندھے تعصب کے جھنڈے کے نیچے لڑا، اپنی عصبیت (قوم، قبیلے) کی خاطر غصے میں آیا یا اس نے کسی عصبیت کی طرف دعوت دی یا کسی عصبیت کی خاطر مارا گیا تو (یہ) جاہلیت کی موت ہو گی اور جس نے میری امت کے اچھوں اور بروں کو مارتے ہوئے ان کے خلاف خروج کیا، کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی معاہد کے عہد کا پاس کیا تو نہ اس کا میرے ساتھ کوئی رشتہ ہے، نہ میرا اس سے کوئی رشتہ ہے۔"

لیکن اس کے ساتھ آپ ﷺ نے ہر فرد کا اپنے وطن سے محبت کا جائز حق اور مکمل آزادی کا حق بھی قائم فرمایا جیساکہ آپ ﷺ نے وہ شہر جہاں زندگی کے ترپن سال گزارے وہاں سے محبت کا برملا اظہار فرمایا اور پھر جب مدینہ ہجرت فرمائی تو مدینہ سے محبت کو واضح طور پر بیان فرمایا۔ لیکن یہ محبت وطن پرستی سے بالکل برعکس ہے۔

**وطن سے محبت قرآن مجید کی روشنی میں:**

حب الوطنی پر قرآن مجید کی آیات سے بھی مستفاد ہوتی ہے جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص طور پر شہر مکہ کو امن کا گہوارہ بنانے کی دعا کرنا در حقیقت اس حرمت والے شہر سے محبت کی علامت ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ[10]

"اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو جائے امن بنادے اور مجھے اور میرے بچوں کو اس سے بچالے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔"

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اولاد کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کا مقصد بھی اپنے محبوب شہر کی آبادکاری تھا۔ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ[11]

"اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی اولاد (اسماعیل علیہ السلام) کو (مکہ کی) بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسادیا ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ شوق و محبت کے ساتھ ان کی طرف مائل رہیں اور انہیں پھلوں کا رزق عطافرما، تاکہ وہ شکر بجالاتے رہیں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اپنی مقبوضہ سرزمین میں داخل ہونے اور قابض ظالموں سے اپنا وطن آزاد کروانے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ[12]

"اے میری قوم! (ملک شام یا بیت المقدس کی) اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پشت پر نہ پلٹنا ورنہ تم نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے۔"

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل جب اپنی کرتوتوں کے باعث ذلت و غلامی کے طوق پہنے بے وطن ہوئے تو ٹھوکریں کھانے کے بعد اپنے نبی یوشع یا شمعون یا سموئیل علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے کوئی حاکم یا کمانڈر مقرر کر دیں جس کے ماتحت ہو کے ہم اپنے دشمنوں سے جہاد کریں اور اپنا وطن آزاد کروائیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ایسا تو نہیں ہو گا کہ تم پر جہاد فرض کر دیا جائے اور تم نہ لڑو؟ اِس پر وہ کہنے لگے:

**مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ**[13]

"ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالاں کہ ہمیں اپنے وطن اور اولاد سے جدا کر دیا گیا ہے، سو جب ان پر (ظلم و جارحیت کے خلاف) قتال فرض کر دیا گیا تو ان میں سے چند ایک کے سوا سب پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔"

مذکورہ بالا آیت میں وطن اور اولاد کی جدائی کروانے والوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے درج بالا آیات قرآنیہ سے وطن کے ساتھ محبت کرنے، وطن کی خاطر ہجرت کرنے اور وطن کی خاطر قربان ہونے کا شرعی جواز ملتا ہے۔

**وطن سے محبت اور سیرت رسول ﷺ**

آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے وطن سے بے حد محبت کرتے تھے جس کا برملا اظہار آپ ﷺ نے فرمایا۔ چنانچہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ مکہ میں مقیم تھے اور وہی آپ ﷺ کا وطن تھا تو مکہ سے آپ ﷺ نے اپنی محبت و عقیدت کو بھی بیان کیا بعدازیں مدینہ میں جب رہائش پذیر ہوئے تو اس شہر کی محبت کے لیے باقاعدہ دعا بھی فرمائی، ذیل میں بالترتیب جائزہ لیا جاتا ہے:

**نبی کریم ﷺ کی مکہ سے محبت:**

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزولِ وحی کی تفصیلات سن کر تین باتیں عرض کیں: آپ کی تکذیب کی جائے گی یعنی آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی، آپ کو اذیت دی جائے گی اور آپ کو اپنے وطن سے نکال دیا جائے گا ورقہ کی بات سن کر جان عالم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے تعجب کا اظہار فرمایا۔ حدیث کے ان الفاظ کے تحت امام سہیلی نے جان عالم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے وطن سے محبت کے جذبے کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب "الروض الانف" میں ایک باب اس عنوان سے باندھا ہے "حب الرسول ﷺ وطنہ" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے وطن سے محبت) اس میں آپ نے لکھا ہے کہ جب ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو بتایا کہ آپ کی قوم آپ کی تکذیب کرے گی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے خاموشی فرمائی۔ ثانیاً جب اس نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو تکلیف و اذیت میں مبتلا کرے گی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے کچھ نہ کہا۔ تیسری بات جب اس نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو اپنے وطن سے نکال دیا جائے گا تو جان عالم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے فوراً فرمایا: "**اومخرجی ھم**"[14] "کیا وہ مجھ کو نکالیں گے؟" یہ بیان کرنے کے بعد امام سہیلی لکھتے ہیں:

فَفِيْ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى حُبِّ الْوَطَنِ وَشِدَّةِ مُفَارَقَتِهِ عَلَى النَّفْسِ.[15]

"اِس میں آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی اپنے وطن سے شدید محبت پر دلیل ہے اور یہ کہ اپنے وطن سے جدائی آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم پر کتنی شاق تھی"

آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے پہلی دونوں باتوں پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں فرمایا لیکن جب وطن سے نکالے جانے کا تذکرہ آیا تو فوراً فرمایا کہ کیا میرے دشمن مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کا سوال بھی بہت بلیغ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الف اِستفہامیہ کے بعد "و" کو ذکر فرمایا اور پھر نکالے جانے کو مختص فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ "و" سابقہ کلام کو ردّ کرنے کے لیے آتی ہے اور مخاطب کو یہ شعور دلاتی ہے کہ یہ اِستفہام اِنکار کی جہت سے ہے یا اِس وجہ سے ہے کہ اُسے دکھ اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ گویا اپنے وطن سے نکالے جانے کی خبر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم پر سب سے زیادہ شاق گزری تھی۔ امام زین الدین العراقی نے بھی یہ سارا واقعہ اپنی کتاب 'طرح التثریب فی شرح التقریب (4: 185)' میں بیان کرتے ہوئے وطن سے محبت کی مشروعیت کو ثابت کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُوْنِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ [16]

"تو کتنا پاکیزہ شہر ہے اور مجھے کتنا محبوب ہے! اگر میری قوم تجھ سے نکلنے پر مجھے مجبور نہ کرتی تو میں تیرے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو اپنے آبائی وطن سے کس قدر لگاؤ، پیار اور محبت تھی اور انتہائی مجبوری کی حالت میں مکہ سے جارہے تھے اور جاتے جاتے اس شہرِ حرم کو مخاطب بھی کیا اور اپنی محبت کا اظہار بھی کیا۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

عن ابن شهاب قال قدم أصيل الغفارى قبل ان يضرب الحجاب على أزواج النبى صلى الله عليه وآله وسلم فدخل على عائشة رضى الله عنها ، فقالت له : يا أصيل كيف عهدت مكة قال: قدأخصب جنابها ، وابيضت بطحائها قالت : أقم حتى يا تيک النبى صلى الله عليه وآله وسلم فلم يلبث أن دخل النبى صلى الله عليه وآله وسلم فقال له ياأصيل كيف عهدت مكة قال: والله عهدتها قد أخصب جنابها وابيضت بطحا ؤها و أغدق اذ خرها وأسلت ثمامها و أمش سلمها فقال : حسبک ياأصيل لا تحزنا[17]

"ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصیل غفاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی ازواج مطہرات پر حجاب فرض ہونے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اصیل غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا مکہ کو کیسا پایا تو آپ نے بعض اوصاف بیان فرمائے، پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم آئے اور آپ نے بھی پوچھا کہ مکہ کو تم نے کیسا پایا تو آپ نے کچھ اوصاف بیان کئے تو آپ دل برداشتہ ہوئے اور فرمایا: اصیل بس کرو ہمیں مکہ شریف کے اوصاف بیان کر کے غمزدہ نہ کرو"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی شخص مکہ مکرمہ سے آیا اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ مکہ کے حالات پوچھنے پر اس نے مکہ مکرمہ کے فضائل بیان کرنا شروع کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا تُشَوِّقْنَا يَا فُلَانُ. اے فلاں! ہمارا اِشتیاق نہ بڑھا۔ جب کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا: دَعِ الْقُلُوْبَ تَقَرُّ. دلوں کو اِستقرار پکڑنے دو (یعنی اِنہیں دوبارہ مکہ کی یاد دلا کر مضطرب نہ کرو)۔[18]

**نبی کریم ﷺ کی مدینہ سے محبت:**

اللہ پاک کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کو اپنا وطن بنالیا تو پھر مدینہ منورہ سے محبت فرمانے لگ گئے اور دعا میں فرمایا کرتے تھے:

"اے اللہ ہمارے اندر مدینے کی اتنی محبت پیدا کر دے جتنی تو نے مکہ کی محبت دی ہے، مدینے کی آب وہوا درست فرمادے اور ہمارے لیے مدینے کے صاع اور مد (ناپنے کے پیمانے) میں برکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو (جحفہ مقام) کی طرف منتقل فرمادے۔"[19]

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم جب دوسرے شہر سے مدینہ منورہ کی طرف آتے اور مدینے کے در و دیوار اور فصیل دیکھتے ہوئے تو مدینے کے شوق میں اپنی سواری کو تیز فرمالیا کرتے تھے تاکہ جلدی سے اپنے وطن میں پہنچے جیسا کہ روایت میں ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِيْنَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ، حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا[20]

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی کی رفتار تیز کر دیتے، اور اگر دوسرے جانور پر سوار ہوتے تو مدینہ منورہ کی محبت میں اُسے ایڑی مار کر تیز بھگاتے تھے۔"

اِس حدیث مبارک میں صراحتاً مذکور ہے کہ اپنے وطن مدینہ منورہ کی محبت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم اپنی سواری کی رفتار تیز کر دیتے تھے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلَى فَضْلِ الْمَدِينَةِ، وَعَلَى مَشْرُوعِيَةِ حُبِّ الْوَطَنِ وَالْحَنِيْنِ إِلَيْهِ[21]

یہ حدیث مبارک مدینہ منورہ کی فضیلت، وطن سے محبت کی مشروعیت و جواز اور اس کے لیے مشتاق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ایک اور روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی خدمت کرتا رہوں۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم خیبر سے واپس لوٹے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو اُحد پہاڑ نظر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. "یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔" اس کے بعد اپنے دستِ مبارک سے مدینہ منورہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا:

اللَّهُمَّ! إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيمِ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ. اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا [22]

"اے اللہ! میں اس کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان والی جگہ کو حرم بناتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔ اے اللہ! ہمیں ہمارے صاع اور ہمارے مُدّ میں برکت عطا فرما"

یہ اور اس جیسی متعدد احادیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم اپنے وطن مدینہ منورہ کی خیر و برکت کے لیے دعا کرتے جو اپنے وطن سے محبت کی واضح دلیل ہے۔ دراصل دینِ اسلام معاشرے کے افراد کو اپنے وطن کے ساتھ محبت اور جڑے رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں: حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ "وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔"

**صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی وطن سے محبت:**

جب آپ ﷺ اور صحابہ کرام ہجرت کرکے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو چونکہ مدینے کی آب و ہوا اچھی نہ تھی یہاں طرح طرح کی بیماریاں اور وبائیں پھیلتی رہتی تھیں اس لیے کثرت سے مہاجرین بیمار ہونے لگے، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنھما شدید بخار میں مبتلا ہوگئے اور بخار کی شدت میں یہ حضرات اپنے شہر مکہ کو یاد کرتے اور فراق میں اشعار پڑھا کرتے تھے۔ علامہ زرقانی 'الموطا' کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَأَخْرَجَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: أَصَابَتِ الْحُمَّى الصَّحَابَةَ حَتّٰى جَهِدُوا مَرَضًا. [23]

"ابن اسحاق نے الزہری سے روایت کی ہے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بخار نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دبوچ لیا یہاں تک کہ وہ بیماری کے سبب بہت لاغر ہوگئے۔"

مزید رقم طراز ہیں:

قَالَ السُّهَيْلِيُّ: وَفِي هٰذَا الْخَبَرِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ حَنِينِهِمْ إِلٰى مَكَّةَ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ النُّفُوسُ مِنْ حُبِّ الْوَطَنِ وَالْحَنِينِ إِلَيْهِ [24]

"امام سہیلی فرماتے ہیں: اِس بیان میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکہ مکرمہ سے والہانہ محبت اور اشتیاق کی خبر ہے کہ وطن کی محبت اور اس کی جانب اِشتیاق اِنسانی طبائع اور فطرت میں ودیعت کردیا گیا ہے"

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ اور اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دینِ اسلام نے اپنے وطن سے محبت کو انسانی فطرت کا لازمی جز قرار دیا ہے، جس کا اظہار ایک فطری تقاضا ہے اور اسے روکا نہیں جا سکتا۔

**وطن سے محبت کے تقاضے**

جس طرح وطن سے محبت ایک خوبصورت جذبہ اور احساس ہے جس کی بنیادیں نبی کریم ﷺ کی اپنے وطن سے محبت سے جڑی ہیں اسی طرح وطن سے محبت کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ جن میں وطن کی حفاظت کرنا سرفہرست ہے اور اس کے لیے ملک دشمن عناصر کی بیخ کنی کرنا، بے نقاب کرنا ازحد ضروری ہے۔ یہاں یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ ملک دشمن افراد اس بات کی بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ عوام کے دلوں سے وطن کی محبت کا نکال باہر پھینکا جائے، اور اس مقصد کے لیے وہ مختلف الزامات اور گھناؤنی سازشوں کے ذریعے عوام کے دلوں سے حب الوطنی کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتے ہیں اور عوام ان کے ہتھکنڈوں

کو نہ سمجھتے ہوئے وطن کی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور فرار چاہتے ہیں۔ وطن کی محبت کے کیا تقاضے ہیں دیکھتے ہیں؛

**اہل وطن سے خیر خواہی**

وطن سے محبت کا پہلا اور بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اہلِ وطن کے ساتھ اخلاص اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے، ان کے دکھ سکھ میں شریک رہا جائے، ضرورت کے وقت ان کے کام آیا جائے اور خلوصِ دل سے ان کی خدمت کی جائے۔ وطن اور اہلِ وطن کی خدمت کے لیے جو بھی ممکنہ کوشش کی جاسکتی ہو، اس میں کوئی کوتاہی نہ برتی جائے۔ اس دائرے میں ہر قسم کی سماجی اور فلاحی سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کو انصارِ مدینہ سے کتنی محبت اور کتنا تعلق خاطر تھا، اس کا اندازہ غزوۂ حنین کے موقع پر آپ ﷺ کے ایک خطبے سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اس غزوے میں جو کچھ مالِ غنیمت ملا، اس میں سے آپ ﷺ نے سردارانِ قریش اور مولفۃ القلوب کو خوب فیاضی کے ساتھ عطا کیا، مگر انصار کا بہت معمولی حصہ مقرر کیا۔ اس پر انصار کے کچھ نوجوانوں کو محسوس ہوا کہ انھیں ان کے حق سے کم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے انہیں ایک احاطے میں جمع کیا اور ان کے سامنے ایک بلیغ اور موثر خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے پہلے ان کے احسانات گنائے، پھر اس حکمت کو بیان کیا جس کی بناء پر آپ ﷺ نے اس انداز سے مالِ غنیمت کی تقسیم فرمائی تھی۔ آخر میں انتہائی موثر اور رقت آمیز لہجے میں انصار مدینہ سے اپنی شدید محبت کا اظہار فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے ساتھ بھیڑ بکریاں لے جائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ کے نبی کو اپنے خیموں میں لے جاؤ۔ اگر لوگ کسی ایک راستے اور وادی میں چلتے اور انصار مدینہ کسی دوسرے راستے اور وادی میں چلتے تو میں انصار ہی کے راستے اور وادی میں چلتا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔[25]

**دفاع وطن:**

آج کل گروہ بندیوں اور جتھوں کے ذریعے ریاست کے اندر متوازی نظام قائم کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، جو ملکی استحکام کے لیے نقصان دہ ہے۔ شرعی اور قانونی اعتبار سے اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ طرزِ عمل حب الوطنی کے خلاف، غیر اسلامی اور شریعت کی روح سے متصادم ہے۔ آپ ﷺ نے جب کبھی وطن یا اہل وطن پر مشکل وقت آیا آگے بڑھے اور دفاع وطن میں اپنا کردار ادا کیا۔ بیس سال کی عمر میں جب قریش اور قیس کے قبائل کے درمیان لڑائی چھڑی تو آپ ﷺ اپنے چچاؤں کے ساتھ اس میں شریک ہوئے۔ پھر مدینہ کے دور میں کئی جنگیں مسلمانوں اور اپنے وطن مدینہ کی حفاظت کے لیے لڑی گئیں۔ آج بھی دفاع وطن میں اپنا کردار ادا کرنے کی اشد ضرورت ہے چاہے وہ میڈیا پر ہو یا میدان جنگ میں۔

**حفاظت وطن**

دین اسلام میں مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس علاقے میں رہتا ہے اس کی حفاظت کا اہتمام کرے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے مکہ سے جب آپ نے مدینہ ہجرت کر کے وہاں قیام فرمایا تو میثاق مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے مدینہ کی حفاظت کا خصوصی ذکر کیا، بعد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ و اصحابہ وسلم مدینہ کی حفاظت کا خود اہتمام فرماتے تھے۔ سیدنا انس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ رات کو شور کی آواز سے اہلِ مدینہ خوفزدہ ہوئے، ہم اس کا سبب دریافت کرنے کی تیاری کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم خود وہاں تشریف لے گئے، حالات کا اندازہ لگا کر واپس آئے اور ہم سے فرمایا کہ مت ڈرو۔[26] فقہائے کرام نے دار الاسلام اور دار لحرب کے احکامات کو

تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس میں دارالاسلام کی حفاظت کا ذکر بھی کیا ہے فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جب اسلامی ریاست کو خطرہ ہو تو اس صورت میں جہاد فرض ہوتا ہے۔ علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے کسی خطے پر کفار حملہ کریں تو اس علاقے کے باشندگان پر جہاد فرض ہے اور اگر ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو ساتھ والے علاقے کے لوگوں پر جہاد فرض ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ مشرق اور مغرب میں جاری رہے گا۔[27]

نیز اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کرنے کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں جیسا کہ حضرت سہیل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"راہِ خدا میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے"[28]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، حفاظت کرنے والا اگر مر گیا تو اس کے اِس عمل کا اجر جاری رہے گا اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔"[29]

**وطن سے وفاداری**

وطن سے وفاداری ایک اعلیٰ اخلاقی اور سماجی قدر ہے جو ہر باشعور شہری کے کردار کا بنیادی حصہ ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب صرف جذباتی وابستگی نہیں بلکہ عملی طور پر اپنے ملک کی بہتری، استحکام اور ترقی کے لیے کردار ادا کرنا ہے۔ ایک وفادار شہری اپنے وطن کے قوانین کی پاسداری کرتا ہے، قومی مفادات کو ترجیح دیتا ہے اور ہر ایسے عمل سے گریز کرتا ہے جو ملک کے امن واستحکام کو نقصان پہنچا سکتا ہو۔ وطن سے وفاداری کا تصور سیرتِ حضرت محمد ﷺ میں نہایت واضح اور عملی شکل میں ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے وطن مکہ مکرمہ سے گہری محبت کا اظہار فرمایا۔ جب آپ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا تو آپ نے مکہ سے رخصت ہوتے وقت فرمایا کہ " : تو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا۔" نیز ہجرت مدینہ کے بعد جب آپ ﷺ کا وطن مدینہ قرار پا گیا تو فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کی مکہ سے وابستگی کو دیکھ کر بعض انصار یہ بات کرنے لگے کہ شاید رسول اللہ ﷺ اب مکہ میں رہائش پذیر ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو سب کو کوہ صفا پر جمع فرمایا اور استفسار فرمایا کہ کیا ایسی بات ہوئی ہے؟ تو انصار نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ ﷺ سے محبت کے تحت یہ کہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے انصار مدینہ میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہو چکا ہے۔"[30]

**حب الوطنی اور پیغام پاکستان**

موجودہ دور میں بعض افراد نے اسلام کے بیان کردہ اصول وضوابط سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے، جس کے نتیجے میں لوگوں کے دلوں میں وطن سے محبت کا وہ جذبہ بتدریج کمزور پڑتا جا رہا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں پیغام پاکستان یا کسی بھی قومی بیانیے کے ذریعے افراد کی اصلاح اور رہنمائی کی جاسکتی ہے۔ زیر قلم مقالہ میں خاص طور پر پیغام پاکستان کے بیانیہ کو شامل تحقیق کیا گیا ہے کیونکہ عصر حاضر کا جدید ریاستی بیانیہ یہی ہے جسے اٹھارہ سو زائد علماء کرام نے اپنی تائید سے نوازا ہے جو کہ تمام مکاتب ومسالک فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ پیغام پاکستان میں براہِ راست یا بالواسطہ طور پر اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ وہ عناصر جو ریاستی اداروں، ملکی قوانین اور اسلامی ریاست کے خلاف استعمال ہوتے ہیں، انہیں قومی میثاق کے

شعور سے آگاہ کیا جائے تاکہ معاشرے کے افراد بیرونی طاقتوں کے اثر و رسوخ سے محفوظ رہ سکیں۔ ملک دشمن عناصر کی فریب کاریوں کو "پیغام پاکستان" کے اعلامیے میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ اعلامیہ بذات خود ایک جواب ہے عوام کو ورغلانے کی اس سازش کا کہ اس ملک کے اکابرین بذات خود ملک پاکستان کی اصل اور بنیاد میں تذبذب کا شکار ہیں اور علماء کرام خود پاکستان کو اسلامی ملک تصور نہیں کرتے۔ "پیغام پاکستان" اس اعتراض کا کھلا جواب ہے جس پر تمام مکاتب فکر کے علماء نے اتفاق کیا۔ چنانچہ یہ بات واشگاف الفاظ میں بیان کی گئی کہ:

"پاکستان کے بعض دشمن عناصر معصوم نوجوانوں کو اس نعرے سے گمراہ کرتے ہیں کہ پاکستان میں طاغوتی نظام رائج ہے اور حکومت کا ڈھانچہ اسلامی قانون کے مطابق نہیں ہے۔ یہ گمراہ کن فکر حقائق سے مطابقت نہیں رکھتی۔۔۔۔۔ صرف یہی نہیں بلکہ پاکستان کے ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے دساتیر میں اسے اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا اور طے کر دیا گیا کہ پاکستان میں قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون نہیں بنے گا۔ پاکستانی قوانین کی قرآن و سنت سے مطابقت کو یقینی بنانے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل ۱۹۶۲ء کے دستور کی رو سے قائم کی گئی۔ ۱۹۹۷ء میں اسلامی نظریاتی کونسل نے حکومت پاکستان کو اپنی فائنل رپورٹ جمع کروائی تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق پاکستان کے ۹۵ فیصد قوانین میں قرآن و سنت سے متصادم کوئی چیز نہیں ہے جبکہ باقی قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کے لیے کونسل نے متعدد سفارشات دی ہیں۔ کونسل کی رپورٹ کے مطابق قوانین کا ۹۵ فیصد اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ اس لیے اس بنا پر پاکستانی قوانین کو غیر اسلامی قرار دینا نہ صرف صریح گمراہی ہے بلکہ یہ پاکستان کے دستور سے لاعلمی کی دلیل بھی ہے۔"[31]

مذکورہ بالا الفاظ کے بعد یہ الزام اور اعتراض دم توڑ دیتا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک نہیں بلکہ ایک سیکولر ریاست ہے اس لیے اس وطن سے محبت کرنا اور اس کی حفاظت کرنا رائیگاں ہے۔ نیز ایسے عناصر جو وطن میں فتنہ و فساد برپا کر کے امن و سکون غارت کرتے ہیں، اور اپنی ان باغیانہ حرکتوں سے عوام کو وطن سے متنفر کرنا چاہتے ہیں ان کے خلاف بھی باقاعدہ پیغام پاکستان رہنمائی کرتا ہے۔ یہ اس وجہ سے بھی اہم ہے کہ عمومی طور پر کسی مسلک و فرقے کے خلاف شر انگیز کاروائی کر کے، یا اداروں کے خلاف نفرت انگیز اور اشتعال دلا کر، الزام ایسے گروہ یا فرقے پر ڈال دیا جاتا ہے جو اول الذکر کے خلاف ہو۔ جبکہ مؤخر الذکر کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ اسی طرح ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد اور نہتے عوام کے خلاف دہشت گردی کرنا، ان میں سے کسی کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا یہ دراصل ایسے دشمن عناصر کی جانب سے ہوتا ہے جو تمام مسالک، فرقوں اور اداروں کا یکساں دشمن ہوتا ہے چنانچہ پیغام پاکستان کا بیانیہ اس چیز کو واضح کرتا ہے کہ ریاست و عوام کے خلاف کسی بھی دہشت گردانہ کاروائی کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمان ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[32]

"جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کی کوشش کریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے۔"

اس بنا پر تمام مسلمانوں پر عمومی طور پر اور خصوصاً پاکستان کے شہریوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ریاستِ پاکستان کے خلاف ہتھیار اٹھانے والوں کے خلاف ہر ممکن طریقے سے جدوجہد کریں۔ پیغام پاکستان میں درج ہے:

"اسلامی مصادر میں ریاست کے خلاف مذہب کے نام پر اسلحہ اٹھانے والوں کے افعال کو واضح طور پر غیر شرعی قرار دیا گیا ہے اور اس کا سدباب کرنے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ مسلم حکمرانوں کی اطاعت کا حکم خود قرآن پاک میں شامل ہے اور یہ کہ اگر ان سے کوئی تنازع ہو جائے تو اس کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی کاوش کی جائے۔"[33]

دراصل کسی بھی اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد، بغاوت اور خروج تب تک جائز نہیں ہے جب تک اس کا حکمران "کفر بواح" یعنی صریح کفر کا ارتکاب نہیں کرتا۔ مگر یہاں ایک بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ ریاست سے بغاوت کرنا ایک الگ بات ہے اور حکمران یا حکومت وقت پر تنقید کرنا ایک الگ بات ہے۔ دونوں کو الگ الگ دائروں میں رکھنا ہوگا ورنہ خلط مبحث پیدا ہو سکتا ہے۔[34]

اسی طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کو لاحق بڑے مسائل میں فرقہ واریت کا بڑھتا ہوا رجحان بھی شامل ہے۔ آئین میں مختلف فقہی مکاتب کو شخصی معاملات میں اپنی تشریحات کی گنجائش دی گئی ہے، مگر اس گنجائش کو اختلاف وانتشار کو ہوا دینے کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ پیغام پاکستان کا بیانیہ اس حوالے سے واضح مؤقف پیش کرتا ہے کہ: "ضروری ہے کہ ریاست اپنا حق استعمال کرتے ہوئے ہر اس شخص، گروہ یا ادارے کو قانون کی گرفت میں لائے جو اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نفرت انگیزی کا سبب بنتا ہے اور معاشرے کی وحدت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ مزید یہ کہ اسلام کے نام پر جو خودکش حملے عبادت گاہوں، نہتے عوام اور ریاستی اداروں پر کیے جاتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے"[35] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ**[36]

"اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

پیغام پاکستان میں اس مسئلے کے حوالے سے مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام کا اجتماعی مؤقف ان الفاظ میں درج ہے:

"دہشت گردی اور خودکش حملوں کا اسلامی تاریخ میں کوئی وجود نہیں ہے۔ اس طرح کے ظالمانہ اور غیر انسانی حملوں کا آغاز ۱۷۹۸ء میں انقلاب فرانس کے مواقع پر ہوا، لیکن ۱۹۷۳ء میں بین الاقوامی قانون کی رو سے انہیں جرم قرار دے دیا گیا۔ علماء کی رائے میں دہشت گردی سے متعلقہ جرائم حرابہ ہیں اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں پر حرابہ کی سزا لاگو ہوگی"[37]

نیز بیانیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ایسا انتظام کرنے کی ضرورت ہے کہ خطباتِ جمعہ فرقہ پرستی کے بجائے اصلاح معاشرہ اور انسانی اقدار کی ترویج کا باعث بنیں اور ان میں قومی وحدت، معاشرتی ہم آہنگی اور حب الوطنی جیسے موضوعات بھی شامل کیے جائیں"[38]

**حب الوطنی کے استحکام میں حکومتی ذمہ داریاں**

حب الوطنی کسی بھی ریاست کی بقا، استحکام اور ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ جذبہ شہریوں کو اپنے ملک کے

ساتھ وفاداری، قربانی اور ذمہ داری کے احساس سے وابستہ کرتا ہے۔ تاہم اس جذبے کے فروغ اور استحکام میں حکومت کا کردار نہایت کلیدی ہوتا ہے۔ انسان چونکہ مدنی الطبع ہے اور اسے اپنی معاشی، معاشرتی اور سیاسی ضروریات کے لیے اجتماعی نظم کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ مفاہمت اور مصالحت سے معاشرے میں افراد کے درمیان اتحاد کا رشتہ مضبوط ہو سکے۔ اسی اتحاد کے سبب ریاست وجود میں آتی ہے جو معاشرے کے افراد کے لیے مرکزی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ معاشرے میں امن وامان معاشی طور پر اشیاء کا باہمی تبادلہ تمدنی اور تہذیبی ترقی کی ضامن ریاست ہی ہوتی ہے ریاست کا سب سے بڑا کردار معاشرے کے افراد میں اتحاد ، امن، سکون، نظم و ضبط، عدل اجتماعی اور قانون کی بالادستی کا نفاذ کرنا ہے۔[39] چند ریاستی عہدہ داروں کی ذمہ داریاں ملاحظہ ہوں:

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں عدل وانصاف کو یقینی بنائے۔ جب شہریوں کو بلاامتیاز انصاف میسر آتا ہے تو ان کا ریاست پر اعتماد مضبوط ہوتا ہے، جو حب الوطنی کے فروغ کا باعث بنتا ہے۔ اس کے برعکس ناانصافی اور امتیازی سلوک شہریوں میں بے اعتمادی اور بددلی پیدا کرتے ہیں۔

قانون کی بالادستی کا قیام حکومت کی اہم ذمہ داری ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں قانون سب کے لیے برابر ہو، وہاں امن و امان قائم رہتا ہے اور شہری خود کو محفوظ محسوس کرتے ہیں، جو کہ حب الوطنی کے استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔

تعلیم کا شعبہ بھی اس حوالے سے نہایت اہم ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسا تعلیمی نظام متعارف کروائے جس میں قومی تاریخ، نظریۂ پاکستان اور اخلاقی اقدار کو مؤثر انداز میں شامل کیا جائے، تاکہ نئی نسل میں وطن سے محبت اور ذمہ داری کا شعور پیدا ہو۔

معاشی استحکام حب الوطنی کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حکومت کو روزگار کے مواقع فراہم کرنے، غربت کے خاتمے اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ معاشی طور پر مطمئن شہری اپنے ملک کے ساتھ زیادہ وابستگی رکھتے ہیں۔

حکومت کو قومی یکجہتی کے فروغ پر توجہ دینی چاہیے۔ لسانی، علاقائی اور فرقہ وارانہ تعصبات کی حوصلہ شکنی اور قومی اتحاد کے فروغ سے شہریوں میں مشترکہ شناخت کا احساس پیدا ہوتا ہے، جو حب الوطنی کو مضبوط بناتا ہے۔

شفافیت اور احتساب کا نظام بھی حکومت کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ بدعنوانی کے خاتمے اور شفاف طرز حکمرانی سے عوام کا اعتماد بحال ہوتا ہے، جو حب الوطنی کے استحکام کے لیے ضروری ہے۔

لہٰذا حب الوطنی کے استحکام کے لیے حکومت کو عدل وانصاف، قانون کی بالادستی، معیاری تعلیم، معاشی بہتری، قومی یکجہتی اور شفاف حکمرانی کو یقینی بنانا ہوگا۔ ایک مضبوط اور ذمہ دار حکومت ہی ایسے حالات پیدا کر سکتی ہے جن میں شہری اپنے وطن سے سچی محبت اور وفاداری کا مظاہرہ کریں۔

**خلاصۂ کلام:**

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جہاں زندگی گزارتا ہے، اسے اپنے ارد گرد کے ماحول، لوگوں اور بالخصوص اس سرزمین کی مٹی سے محبت، قلبی وابستگی اور انسیت پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ ایک فطری عمل ہے۔ انسان رفتہ رفتہ اپنے وطن سے گہری محبت کرنے لگتا ہے، اور اگر اس کے وطنِ عزیز پر کوئی بری نظر ڈالے تو وہ اس کے دفاع کے لیے ہر ممکن قربانی دینے کو تیار ہو جاتا

ہے۔اسلام اس نوعیت کے فطری جذبات کی نفی نہیں کرتا بلکہ انہیں ایک مثبت اور متوازن دائرے میں رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ سیرتِ حضرت محمد ﷺ اس کی بہترین مثال پیش کرتی ہے۔آپ ﷺ کی بعثت مکہ مکرمہ میں ہوئی، اور اس سرزمین سے آپ ﷺ کو خاص محبت اور گہرا تعلق تھا۔ جب اہل مکہ کی طرف سے مخالفت کے نتیجے میں آپ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا تو اس جدائی کا آپ ﷺ کو شدید رنج تھا، جو اس فطری وابستگی کا واضح اظہار ہے۔بعد ازاں جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس شہر کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں اور اسے بھی اپنا وطن بنالیا۔ یوں مدینہ سے بھی آپ ﷺ کو قلبی تعلق اور محبت پیدا ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن سے محبت ایک فطری اور جائز جذبہ ہے، جسے اسلام تسلیم کرتا ہے اور اسے مثبت انداز میں اپنانے کی رہنمائی دیتا ہے۔ مذکورہ مقالے میں محققین نے اسلامی تعلیمات کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہوئے حبِ وطن اور دفاعِ وطن کی اہمیت کو واضح کیا ہے اسلامی تعلیمات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وطن سے محبت محض ایک جذبہ نہیں بلکہ اقوام کی تعمیر و ترقی کا ایک بنیادی عنصر ہے، جو انسان کو اپنے ملک کی خدمت، بہتری اور استحکام کے لیے عملی اقدامات پر آمادہ کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی عدم استحکام کے باعث بہت سے لوگ اپنی ریاست اور وطن سے بددل اور نالاں نظر آتے ہیں۔ اس کیفیت کے نتیجے میں بعض افراد احساسِ کمزوری کا شکار ہو کر بیرونی قوتوں کے اثر میں آجاتے ہیں، جو کسی بھی معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔مزید برآں، دوسروں کی دیکھا دیکھی انسان غیر ضروری خواہشات میں مبتلا ہو جاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس بھی وہی آسائشیں ہوں جو دوسروں کے پاس ہیں، حالانکہ اسلامی تعلیمات قناعت، صبر، شکر، محنت اور استقامت کا درس دیتی ہیں۔ اسی بے صبری اور مادی دوڑ کے باعث بعض لوگ ترقی یافتہ ممالک کی طرف ہجرت کو ہی کامیابی سمجھتے ہیں، اور بعض اوقات اپنے دینی و اخلاقی اصولوں پر بھی سمجھوتہ کر بیٹھتے ہیں۔اسلام اس کے برعکس یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان اپنے علاقے اور وطن کی تعمیر و ترقی میں کردار ادا کرے، اسے آباد کرے اور اس کی بہتری کے لیے جدوجہد کرے۔ جب افراد اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرتے ہیں تو نہ صرف معاشرہ کمزور ہوتا ہے بلکہ دوسروں کے نزدیک بھی اس کا منفی تاثر پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انسان اپنے وطن سے وابستگی کو مضبوط بنائے، اپنی صلاحیتوں کو مثبت انداز میں بروئے کار لائے اور ذاتی مفاد کے بجائے اجتماعی بہتری کو ترجیح دے، تاکہ ایک مستحکم اور خوشحال معاشرہ تشکیل پا سکے۔ سیرتِ طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے ابتدائی چالیس سال مکہ مکرمہ میں گزارے، اور اس عرصے میں آپ ﷺ نے کبھی اہلِ مکہ سے رزق کی تنگی، وطن سے بیزاری یا عوام سے نفرت کی شکایت نہیں کی۔ یہ طرزِ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اپنے وطن اور معاشرے کے ساتھ صبر، برداشت اور مثبت تعلق رکھنا ایک مؤمن کی صفت ہے۔جب آپ ﷺ ہجرت کے موقع پر مکہ سے روانہ ہوئے تو اس سرزمین کی پاکیزگی اور محبوبیت کا اظہار فرمایا، جو آپ ﷺ کی اپنے وطن سے گہری محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ پہنچ کر بھی آپ ﷺ نے اس شہر کے لیے دعائیں فرمائیں اور اسے اپنا وطن بنایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام انسان کو اپنے ماحول اور خطے کے ساتھ محبت، اخلاص اور وفاداری کا درس دیتا ہے۔ مقالہ نگاروں نے سیرتِ نبوی ﷺ سے چند مثالیں پیش کی ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ اسلام وطن کی محبت، عزت اور اس کے دفاع کے بارے میں کیا رہنمائی دیتا ہے۔ فتح مکہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے، جہاں آپ ﷺ نے اعلیٰ ظرفی، عفو و درگزر اور حکمت کے ساتھ اپنے وطن میں دوبارہ داخل ہو کر امن قائم کیا۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے دفاع کے لیے آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر مؤثر اقدامات کیے، جو وطن کے تحفظ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ اسلام نہ صرف وطن کی عظمت اور توقیر کا درس دیتا ہے بلکہ

اس کے دفاع کو بھی نہایت اہم ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ فقہائے کرام نے اپنی تصنیفات میں واضح کیا ہے کہ جب اسلامی ریاست کو خطرہ لاحق ہو تو اس کا دفاع ہر فرد کی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ اس طرح سیرتِ نبوی ﷺ اور اسلامی تعلیمات دونوں اس بات پر زور دیتی ہیں کہ انسان اپنے وطن کی حفاظت کرے، اس کے محافظین کا احترام کرے اور اجتماعی سلامتی کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ مقالہ نگار کے نزدیک موجودہ دور میں بعض گروہ ریاستی حدود اور سرحدوں کے تصور کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیتے ہیں، حالانکہ دنیا کی تمام ریاستیں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، اپنی جغرافیائی حدود اور سرحدیں اس لیے مقرر کرتی ہیں تاکہ اپنے نظم و نسق، امن اور خود مختاری کو برقرار رکھ سکیں۔ اسی طرح بعض عناصر مذہب کے نام پر خودکش حملوں اور ریاستی اداروں، بالخصوص ریاست پاکستان کے دفاع پر مامور افراد کو نشانہ بناتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف قانوناً جرم ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی صریح خلاف ہے۔ اسلام کسی بھی فرد یا گروہ کو ریاست کے اندر انتشار پھیلانے یا ایک متوازی ریاست قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ محققین کے مطابق پیغامِ پاکستان بھی اسلامی تعلیمات کی درست ترجمانی کرتا ہے، جس میں واضح طور پر یہ مؤقف اختیار کیا گیا ہے کہ دہشت گردی، خودکش حملے، اور ریاستی اداروں یا شہری مقامات جیسے اسکول، کالج، مساجد اور جامعات پر حملے اسلام کی رو سے حرام ہیں۔ اس میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ایسے افعال کرنے والے افراد اسلامی دائرۂ امن و اخلاق سے خارج ہیں۔ اس تناظر میں اسلام نہ صرف ریاستی نظم و قانون کے تحفظ کا حکم دیتا ہے بلکہ شہریوں، اداروں اور ریاستی ڈھانچے کی حفاظت کو بھی ایک اہم دینی و اخلاقی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

## حواشی و حوالہ جات

1 حب الوطن فی السنۃ النبویۃ دراسۃ موضوعیۃ، لقمان حکیم، 2021، ص: 24

2 *https://dunya.com.pk/index.php/author/mufti-munib-ur-rehman/2022-10-29/41562/54764178*

3 الراغب الأصفہانی، حسین بن محمد، محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء، ، دار الأرقم بن أبی الأرقم، بیروت، ج: 2، ص: 654

4. ایضًا

5 ایضًا

6 راغب الاصفہانی، محاضرات الأدباء، ج: 2، ص: 654

7 *https://islamweb.net/ar/article/195526/*

8 القرآن الکریم، سورۃ التوبہ، آیت: 24

9 الشیبانی، الامام، احمد بن حنبل، مسند الإمام إحمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی، 1421ھ۔، رقم الحدیث: 26237

10 القرآن الکریم، إبراہیم، آیت: 35

11 القرآن الکریم،ابراہیم، آیت:37

12 القرآن الکریم، المائدۃ، آیت:21

13 القرآن الکریم، البقرۃ، آیت:246

14 البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعۃ: الخامسۃ، 1414ھ، رقم الحدیث:3

15 السہیلی، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ، الروض الأنف، ج1، ص:413-414

16 الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، دار الغرب الإسلامی، بیروت، الطبعۃ: الأولی، 1996، رقم الحدیث 3926

17 الازرقی، محمد بن عبد اللہ، اخبار مکۃ وما جاء فیھا من الآثار، باب: تذکر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ مکۃ، دار الاندلس بیروت، ج:۲، ص:۱۵۵

18 الحلبی، نور الدین، السیرۃ الحلبیۃ، دار المعرفہ، مصر، 1400ھ، ج:2، ص:283

19 صحیح بخاری، ج:۱، ص:۵۵۸

20 العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری بشرح البخاری، المکتبۃ السلفیۃ، مصر، 1390ھ، ج:3، ص:621

21 ایضاً

22 صحیح البخاری، رقم الحدیث:1128

23 الزرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح الزرقانی علی الموطا، مکتبہ الثقافۃ الدینیہ، قاہرہ، 2003ء، ج:4، ص:287-288

24 ایضاً

25 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب مناقب الانصار، مکتبۃ السلطانیۃ، مصر، 1311ھ، رقم الحدیث:3778-3779

26 بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحمائل و تعلیق السیف بالعنق، رقم الحدیث:1152

27 ابن عابدین، زین الدین ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1997ء، ج:5، ص:123

28 بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، ج:2، ص:279، ح:2892

29 النیسابوری، مسلم بن حجاج، صحیح المسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، رقم الحدیث:1913

30 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، بیروت، ج2: ص:95

31 پیغام پاکستان، محققین ادارہ تحقیقات اسلامی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 2018ء، ص:16

32 القرآن الکریم، المائدہ، آیت:33

33 پیغام پاکستان، ص:18

34 اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کا سدباب "پیغام پاکستان" کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ، المرجان، ج:3، ش:2، اپریل-جون 2025، ص:656

35 پیغام پاکستان، ص:22

36 القرآن الکریم، البقرہ، آیت:195

37 پیغام پاکستان، ص:21

38 پیغام پاکستان، ص:21

39 اسلامی ریاست کا بنیادی دستور: میثاق مدینہ اور پیغام پاکستان کی باہمی مطابقت کا تحقیقی جائزہ، انکشاف، ج:3، ش:10، اکتوبر-دسمبر، 2023، ص:41